ڈاکٹر عبدالواحد تبسم

اسسٹنٹ پروفیسر اردو شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر شائستہ حمید خان

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

اکبر الٰہ آبادی اور اقبال کے افکار کی تفہیم نو: سلیم احمد کی نظر میں

Dr Abdul Wajid Tabassum
Assistant Professor,Department of Urdu,Pakistani Languages
Allama Iqbal Open university,Islamabad
Dr.Shaista Hameed Khan
Assistant Professor Department of Urdu G.C University Lahore

Poems of Akbar Ala Abadi and understanding of Iqbal Thoughts By Saleem Ahmed

Salim Ahmad is considered to be the most controversial critic in the history of Urdu criticism. His creative criticism opened a new dimension of discussion. We can disagree with his thoughts but his questions cannot be denied. He also raised many questions on the thought of Iqbal in his book “Iqbal ak shair”. At the same time he also expressed his critical views on Meer,Ghalib,Hali and Akbar Alabadi. Akbar influenced his views about the revival of old muslim’s civilization.This article is the comparative study of the thought of Akbar Alabdi and Iqbal about free Muslim’s state to safeguard Muslim’s civilization.

سلیم احمد نے اپنا پہلا تنقیدی مضمون ۱۹۴۸ء میں جبکہ آخری ۱۹۸۳ میں لکھا۔ ان چھتیس برسوں میں اُن کی تنقیدات کے چھے مجموعے ان کی زندگی میں جبکہ دو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے۔ ان آٹھ تنقیدی کتب میں سے پانچ متفرق تنقیدی مضامین پر مشتمل ہیں جبکہ تین مختلف ادبی شخصیات کے فکر و فن کا محاکمہ ہیں۔ ان شخصیات میں غالب، اقبال اور محمد حسن عسکری شامل ہیں۔

اقبال سلیم احمد کی محبوب ترین شخصیتوں میں شامل ہیں۔ انھوں نے متعدد بار اقبال سے اپنے ذہنی لگاؤ اور ان کے مطالعے سے اپنے گہرے شغف کا اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میں اقبال کو برصغیر کے عظیم ترین لوگوں میں سے ایک سمجھتا ہوں بلکہ پورے ایشیا میں ان کی شخصیت کئی اعتبار سے نمایاں ترین اہمیت کی حامل ہے"(۱)

وہ اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے کم و بیش پینتیس سال اقبال کے فکر و فن کا مطالعہ کرنے میں گزار دیئے۔ چنانچہ اس کالازمی اثر سلیم احمد کی فکر پر آنا تھا۔ اس تناظر میں اگر اُن کے اولین تنقیدی مجموعے "ادبی اقدار"(مطبوعہ ۱۹۵۶)(۲) کو دیکھا جائے تو فکر اقبال کے واضح اثرات اُن کی ابتدائی تحریروں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

"ادبی اقدار" چار طویل تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

۱: اکبر اور ان کازاویہ نظر

۲: زندگی ادب میں

۳: ادبی اقدار

۴: اُردو غزل

"اکبر اور اُن کا زاویہ نظر" اس حوالے سے اہم ہے کہ اس مضمون میں انھوں نے اکبر اور اقبال کی فکر کو ایک نئے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ جس کی مثال ان کے دیگر تنقیدی مضامین میں نظر نہیں آتی۔ اس مضمون کا آغاز حالی کے ایک مصرعے سے ہوتا ہے:

ع چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

بقول سلیم احمد حالی کا یہ مصرعہ بدلتے ہوئے حالات میں صرف جینے کی خواہش کی پیداوار ہے، اس سے ایک بے بسی اور جبر کا احساس ہوتا ہے۔ یہ محض حالی کا احساس نہیں بلکہ سرسید کی ساری تحریک کا ترجمان ہے۔ سرسید نے بدلتے حالات میں اس نقطہ نظر سے کام لیا کہ انگریز ہندوستان میں ایک زبردست سیاسی قوت حاصل کر چکے ہیں اور مسلمان اُن کی قوت سے زور آزمائی کر کے ناکام ہو چکے ہیں۔ اس لیے اس قسم کی دیگر کوشش بھی کارگر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے مسلمانوں کو وہ تمام اقدامات کرنے چاہیں جو انگریزوں کے دل سے مسلمانوں کی نفرت نکال سکیں۔

بقول سلیم احمد سرسید تحریک نئے حالات سے مفاہمت کی تحریک تھی۔ اس تحریک سے اور کچھ بھی مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس تحریک نے مسلمانوں کے قدیم علمی و فکری سرمائے کی طرف توجہ نہ دی، البتہ مدرسہ دیوبند

(۱۸۶۶ء) نے مسلمانوں کی یہ تاریخی خدمت انجام دی کہ مسلمانوں کے قومی علمی و فکری سرمائے کا جائزہ لے کر اس کی از سر نو ترتیب و تدوین کی اور مسلم تہذیب کے زندہ اور صالح عناصر کو مردہ اور غیر صالح عناصر سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ بقول سلیم احمد سرسید کے چھوڑے ہوئے کام کو اکابرین دیوبند نے آگے بڑھایا۔ یہ تحریک مولانا حالی کے کہے کے مطابق ہوا، کا رُخ دیکھ کر پھرنے والی نہ تھی بلکہ اکبر الہ آبادی کے اس شعر پر عمل پیرا تھی:

ناز کیا ہے اس پہ جو بدلا ہے زمانے نے تمھیں
مردہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

بقول فاضل مصنف اکبر کے اس شعر میں جینے کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص طریق پر جینے کا عزم ہے۔ بعض لوگ اسے اکبر کی ضد قرار دیتے ہیں۔ سلیم احمد لکھتے ہیں:

"اگر یہ ضد ہے بھی تو اکبر کی انفرادی ضد نہیں، ایک تہذیبی قوت کی ضد ہے۔ اس ضد کو اقبال کے ان اشعار میں دیکھیے:

گفتند جہان ما آیا بتو می سازد
گفتم کہ نمی سازد گفتند کے بر ہم زن
حدیث بے خبر اں ہے تو بازمانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ ستیز

"پتہ نہیں تبدیلی کے فلسفہ کے ماہرین اقبالؔ کے ان اشعار پر کیا رائے ظاہر کریں گے۔ لیکن اقبالؔ پر تبدیلی کے فلسفہ سے ناواقفیت کا الزام لگانے کے لیے بہت بڑا دل گردہ چاہیے "(۳) مزید لکھتے ہیں کہ اکبرؔ یا اقبالؔ یا کسی اور شاعر کے سلسلے میں اس قسم کا سوال اُٹھانا ایک طرح کی علمی جہالت کا ثبوت ہے۔ یہ جہالت ادب و شاعری کو خارجی حقیقت کے یکسر تابع سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ ماحول انسان کو متاثر ضرور کرتا ہے مگر اقوام کی قوت ارادی بھی ماحول کو تبدیل کرتی ہے۔ سلیم احمد اکبرؔ اور اقبالؔ کی شاعری کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دراصل اکبرؔ کی شاعری بدلتے ہوئے حالات میں مسلم قوم کی مجروح ہوتی ہوئی انفرادیت کا احتجاج ہے۔ اکبرؔ کے مقالے میں اقبالؔ کی شاعری نسبتاً سازگار ماحول پا کر حالات کو اپنی خواہش کے مطابق بدل سکنے کے امکانات کا جائزہ لیتی ہے۔"(۴)

اس ضمن میں دونوں کا نقطہ نظر ایک ہے۔ دونوں مسلم قوم کے تہذیبی تشخص کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اکبرؔ اسے صرف ملکی ماحول میں اور اپنے اردگرد دیکھتے ہیں جبکہ اقبالؔ کی فکر کا دائرہ بین الاقوامی سطح پر پھیلتا ہوا نظر آتا ہے۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں:

"وہ (اقبالؔ) مسلم قوم کے عزائم کو کائنات کی مخالف طاقتوں سے بھی ٹکرا کر اس کی قوت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں۔ اس لیے اقبالؔ اکبرؔ سے بڑے شاعر ہیں۔ اکبرؔ کی شاعری مخالف ماحول میں مسلم قوم کی انفرادیت کا احتجاج ہے۔ اقبالؔ کی شاعری مخالف ماحول بدل دینے کا دعویٰ۔ یہی دونوں کی شاعری کا فرق لیکن اسی سے ان کے زاویہ نگاہ کے ایک ہونے کا پتہ چلتا ہے۔"(۵)

اس ساری بحث سے یہ واضح ہے کہ سلیم احمد نے نہایت کفایت لفظی سے کام لیتے ہوئے اکبر اور اقبال کی شاعری کا موازنہ کیا ہے اور اس ساری بحث سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اکبرؔ اور اقبالؔ کے افکار میں کن کن حوالوں سے اشتراک و اختلاف پایا جاتا ہے۔

بقول مصنف اکبرؔ مسلمانوں کے تہذیبی وجود کی ترجمانی کرتے ہوئے اتنی گہرائی تک چلے جاتے ہیں کہ اُن کی شاعرانہ نگاہ اس کی منطقی حدود کے آخر تک دیکھتی ہے اور اس میں خطرناک سے خطرناک نتائج سے دو چار ہونے سے بھی خوف نہیں کھاتی۔ یہاں اس بات کی وضاحت کے لیے سلیم احمد نے اقبالؔ کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے:

"اقبالؔ کے کلام میں اکثر مقامات پر انگریز کے جمہوری نظام کی مخالفت ملتی ہے۔ "خضر راہ" میں۔۔۔۔کہتے ہیں

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

۔وہ اپنے کلام کے آخری دور میں بھی اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُن کے اس رجحانِ پیدائش کو سمجھنے کے لیے فراقؔ کا یہ قول کافی ہو گا کہ اقبالؔ کی پوری شاعری پر اس کربِ احساس کی پرچھائیاں پڑتی ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے کم ہے۔"(٦)

حقیقت میں اقبالؔ جس انداز میں مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں سوچتے ہیں اُس کا نتیجہ یہی تھا کہ وہ مغربی طرز کے جمہوری نظام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔

مسلمان اہل فکر ابتداء ہی سے اس مسئلے سے دو چار رہے اور ایک مدت تک اُنھوں نے انگریز نظام حکومت اور اس کی فکری بنیاد کو قبول نہیں کیا تاہم بعد ازاں یہ بات واضح ہو گئی کہ اس نظام حکومت کے آئین کو تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں تھا اور مسلمانوں کے مسائل کو عملی حیثیت سے حل کرنے والوں کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اسے قبول کریں اور اسی میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کی کوشش کریں بقول سلیم احمد:

"اقبالؔ جانتے تھے کہ جمہوریت کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان اپنی قومی شخصیت کو ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کو تسلیم نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ہندو کو انگریز کے سامنے من مانا نقطہ نظر پیش کرنے کی آزادی دے دی جائے۔ مسلمانوں کے تہذیبی وجود کی حفاظت کی خواہش اور خارجی حقائق کی پیدا کردہ مجبوری کی اس کشمکش نے اقبالؔ کے یہاں اس تصور کو جنم دیا جسے لوگوں نے "شاعر کا خواب" اور "شیخ چلی کی جنت کا کہا"(۷)

اقبالؔ 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں جو ایک الگ وطن کا تصور پیش کرتے ہیں وہ محض خارجی حقائق کی پیدا کردہ مجبوری کی کشمکش سے نہیں اُبھرتا بلکہ ہندوستان کی معاشرت، اقوام اور مذاہب کے گہرے مشاہدے سے وجود میں آتا ہے۔ خطبہ الٰہ آباد میں لکھتے ہیں:

"مغربی ممالک کی طرح ہندوستان کی یہ حالت نہیں کہ اس میں ایک ہی قوم آباد ہو۔۔۔ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے۔ جن کی نسل، زبان اور مذہب سب ایک دوسرے سے الگ ہے۔ ان کے اعمال و افعال میں وہ احساس پیدا ہی نہیں ہو سکتا جو ایک ہی نسل کے مختلف افراد میں موجود رہتا ہے۔۔۔۔ پس یہ امر کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کیے بغیر ہندوستان میں مغربی طرز کی جمہوریت کا نفاذ کیا جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے۔"(۸)

مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی(۹)

اقبالؔ نے نہ صرف اس نظریے کو منظم انداز میں پیش کیا ہے بلکہ اس بات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اس میں ہندوؤں کو کیا فائدہ ہو گا۔ غرض یہ تصور ایک باعمل اور فکر سے مملو شخص کی مسلسل فکری جدوجہد کا نتیجہ ہے ، جسے محض خارجی حقائق کی پیدا کردہ مجبوری قرار دینا قرین انصاف نہیں۔

اس ساری بحث کے تناظر میں سلیم احمد نے اکبرؔ اور اقبال کا موازنہ کچھ اس انداز سے کیا کہ اقبالؔ نے آزاد ریاست کا مطالبہ کر کے مسلمانوں کے تہذیبی وجود کو تحفظ دینے کی کوشش کی اور ان کی طرح یہی کشمکش اکبر کے ہاں بھی موجود ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کے تہذیبی وجود کی حفاظت کی خواہش رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ان اداروں سے دور رکھنا چاہتے ہیں جو ان کی تہذیبی شخصیت کو براہ راست نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سلیم احمد کے خیال میں اقبال کی یہی کشمکش انھیں ایک نئے توازن کی تلاش پر مجبور کرتی ہے۔ یہ توازن اس عہد کی نسل کا نمائندہ مزاج ہے۔ لکھتے ہیں:

"جس طرح اقبال کا تصور پاکستان کی خارجی حقیقت میں ڈھل جاتا ہے اسی طرح سرسید کی تحریک کے بعد مسلمانوں پر جو دور شروع ہوتا ہے۔ اس کی نمائندہ نسل کا مزاج اسی توازن کا حامل ہے جس کی تلاش اکبر کی شاعری میں ملتی ہے۔ یہ اقبال کا مزاج ہے اور اقبال کے متعلق اکبر نے کہا کہ

دعویٰ علم و خرد میں جوش تھا اکبرؔ کو رات
ہو گیا ساکت مگر، جب ذکر اقبالؔ آ گیا

یہاں پہنچ کر اقبال کی طرح وہ بھی اپنے زمانے سے زیادہ اپنے بعد میں آنے والے دور کے شاعر ہیں۔"(۱۰)

اس موازنے سے اکبر کی نئی تفہیم سامنے آتی ہے۔ سلیم احمد کی یہ ساری بحث اس حوالے سے اہم ہے کہ اس میں انھوں نے اکبر اور اقبال کے افکار کی نئی تفہیم کی راہیں کھولی ہیں۔ اس مضمون کی تان بھی اقبالؔ ہی کی ایک رائے جو انھوں نے اکبرؔ کے بارے میں دی تھی پر ٹوٹتی ہے، یعنی بقول اقبالؔ ملت کے مسائل کو جس طرح اکبر نے سمجھا اور کسی نے نہیں سمجھا۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم احمد "اسلامی نظام مسائل اور تجزیے" کراچی سلیم احمد ٹرسٹ ۱۹۸۴ص ۲۱۳

۲۔ سلیم احمد "اکبر اور ان کا زاویہ نظر" مشمولہ "ادبی اقدار" کراچی حلقہ ارباب فکر تین ہٹی ۱۹۵۶ص ۱۵

۳۔ "ادبی اقدار"، ص۱۶

۴۔ ایضاً، ص۱۶

۵۔ ایضاً، ص۱۶

۶۔ ایضاً، ص۲۲

۷۔ علامہ اقبال "خطبہ الہ آباد" ترجمہ وترتیب لطیف احمد خان شروانی، مشمولہ "حرف اقبال" اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۹۸۴ء۸۔ ص:۲۹

۹۔خطبہ الہ آباد مشمولہ "حرف اقبال" ص29

۱۰۔"ادبی اقدار"، ص۲۵